اردو ترجمہ مکتوبات حضرت سلطان الہند
مشتمل بر پنج بنائے اسلام معروف بہ
اسرارِ حقیقی
جو حضرت سلطان الہند قطب الاولیاء حضور غریب نواز
خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ خاص
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ
کے نام صادر فرمایا
اکبر بک سیلرز اردو بازار لاہور

اُردو ترجمہ مکتوبات حضرت سلطان الہند

مشتمل بر پنج بنائے اسلام معروف بہ

اِسرارِ حقیقی

جو

حضرت سلطان الہند قطب الاولیاء حضور غریب نواز
خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفۂ خاص
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ
کے نام صادر فرمایا

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر 40 اُردو بازار لاہور

نام کتاب .... اسرارِ حقیقی

.... اُردو ترجمہ مکتوب حضرت سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ

تعداد ۵۰۰

کمپوزنگ .... عبدالسلام/قمرالزمان رائل پارک لاہور

تاریخ اشاعت .... ستمبر ۲۰۰۴ء

ناشر .... محمد اکبر قادری عطاری

قیمت .... 30/ روپے

ملنے کا پتہ

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر 40 اُردو بازار لاہور

اُردُو ترجمہ

مکتوب سلطان الہند

یعنی

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

حصہ اوّل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مختصر حالات حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

نسب نامہ

آپ کا نسب نامہ بموجب تحریر کتاب جواہر فریدی ریاض الفردوس حسب ذیل ہے۔

شیخ زمان محبوب رحمان سلطان الہند حضرت خواجہ سیّد معین الدین رحمۃ اللہ علیہ بن خواجہ غیاث الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ بن سیّد حسن احمد رحمۃ اللہ علیہ بن سیّد طاہر رحمۃ اللہ علیہ بن سیّد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بن سیّد الجاسیم رحمۃ اللہ علیہ بن امام مہدی بن امام عسکری بن امام تقی بن امام علی بن امام موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام سیّد الشہداء شہید کربلا امام حسین علیہ السلام بن خلیفہ چہارم شیرِ خدا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

آپ شیخ المشائخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد اور

حضرت محبوب سبحانی سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی و شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ و شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ و شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ مصنف گلستان قدس اللہ اِسرارہم کے ہم عصر اور ہم زمان تھے۔

ہندوستان میں دینِ اِسلام کی اِشاعت سب سے پہلے آپ ہی کے وجودِ مسعود کی بدولت ہوئی۔ ورنہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہندوستان سارے کا سارا کفر اور بت پرستی کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ آپ کئی مرتبہ دہلی بھی تشریف لائے رہے۔ لیکن اقامت دارالخیر اجمیر شریف میں ہی فرمائی۔ آپ کی برکت سے ہزار ہا مشرکین اور کفار مشرف بہ اسلام ہوئے اور بے شمار تشنگانِ توحید آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے اور آپ کے سلسلہ میں بہت سے شہرۂ آفاق اولیائے کرام ہو گزرے ہیں۔ مثلاً حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر پاک پتنی۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ آپ مورخہ ۶ رجب المرجب ۶۳۳ھ بروز جمعۃ المبارک اس دارفانی سے دارالبقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ اجمیر شریف میں ہی واصل بحق ہوئے اور وہیں آپ کا مزارِ مقدس ہے۔ جو آج تک مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

قطعہ تاریخِ وصال

روز جمعہ و ششم رجب بودہ — کز جہاں خواجہ نقل فرمودہ
نو دو ہفتم سال عمرش بود — کاں زماں نقل از جناں فرمودہ
رونق خاندان چشت از دست — زینت روضۂ بہشت از دست
سال نقش بعزت و تمکیں — گو سراج جناں معین الدین

روضۂ پاک اوست در اجمیر
زائرِ جن و انس از در و سیر

(۶۳۳ ہجری)

مختصر احوال حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام واسم گرامی بختیار بن احمد بن سیّد موسیٰ ہے۔ سمرقند اور اندر جان کے درمیان ایک ملک ہے۔ جس کا نام فرغانہ ہے۔ اس میں اوش نامی ایک بستی ہے۔ وہاں کے باشندے تھے۔ کاکی کے لقب سے آپ اس لیے ملقب ہوئے۔ کہ ایک بقال آپ کا ہمسایہ تھا۔ آپ اس سے قرض لیا کرتے تھے۔ بقال سے آپ نے فرمایا ہوا تھا۔ کہ جب تین درہم ہو جائیں تو پھر ہم کو قرض نہ دینا۔ جب آپ کو کہیں سے کچھ ملتا۔ تو آپ اس بقال کا قرض ادا کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے مصمم اِرادہ کر لیا کہ اَب قرض بالکل نہ لیں گے۔ چنانچہ آپ کے توکل کا یہ نتیجہ نکلا۔ ایک روغنی روٹی آپ کے مصلّٰی کے نیچے سے برآمد ہوئی تھی۔ وہ روٹی آپ کے تمام اہلِ خانہ کو کافی ہوتی تھی۔ بقال سمجھا کہ شائد آپ مجھ پر ناراض ہو گئے ہیں۔ اس لیے اس نے اپنی بیوی کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اَقدس میں بھیجا۔ کہ خواجہ صاحب! آپ مجھ سے قرض کیوں نہیں لیتے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نے روغنی روٹی کا سارا حال بقال کی بیوی سے کہہ دیا۔ اس روز سے وہ کاکی (روغنی روٹی) نکلنا بند ہو گیا۔

آپ حضرت سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ لہٰذا آپ حسینی سیّد ہیں۔

آپ کی تاریخ وصال یہ ہے

فیض بخش جہاں بصدق و یقیں	قطب آفاق خواجہ قطب الدین
عقل تاریخ نقل آں محمود	آبِ جنت بقطب دین فرمود

مکتوب حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ

جو کہ حضور علیہ الرحمۃ نے اپنے خلیفہ ارشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

رحمۃ اللہ کی جانب ارقام فرمایا۔ حسب ذیل ہے

محبت ہم راز اہلِ یقیں برادرم خواجہ قطب الدین دہلوی۔ ربّ العٰلمین ہر کام میں تمہاری رہنمائی فرمادے۔ از جانب فقیر معین الدین چشتی

کلمہ طیبہ کی حقیقت

واضح ہو کہ توحید کے چند نکتے اور ہدایت کے چند رموز و آثار بارگاہِ رسالت آنحضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاکسار کو بطور فیض روحانی حاصل ہوئے ہیں۔ جن پر میرا کلی اعتماد اور پورا پورا اعتقاد ہے۔ انہیں گوش ہوش سے سنو۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت خالدؓ، حضرت بلال و دیگر اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے خطاب فرما کر رموز و اسرار حقیقت اور حقائق و دقائق معرفت بیان فرما رہے تھے۔ لیکن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مجلس شریف میں حاضر نہ تھے۔ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت و معرفت کے اسرار و رموز بیان ہی فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مجلسِ مقدس میں آن حاضر ہوئے۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زُبان مبارک کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے زبان! اب بس کر دے۔ بعض صحابہ کو تعجب ہوا اور ان کے دِل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ شائد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حقائق و معارف بتانا نہیں چاہتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بعض مقربین بارگاہ نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ حضور! یہ کیا ماجرا ہے؟ آنجناب نے حقائق و معارف الٰہی دیگر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان فرما دیئے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وہ رموز و حقائق آپ نے چھپا لیے ہیں۔

جناب سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے رموز و اسرار باطنی کو چھپایا نہیں ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ شیر خوار بچے کو اگر مرغن حلوا اور گوشت وغیرہ ثقیل غذا کھلائی جائے تو اسے مضر پڑتی ہے۔ لیکن جب بچہ بالغ ہو جاتا ہے تو کھانے پینے کی کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچاتی۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باطنی استعداد و قابلیت کے موافق اُن سے دیگر اسرار و معرفت بیان فرمانے لگے۔ چنانچہ منزل جبروت ولاہوت کے حقائق و دقائق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تلقین فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے عمر! مَنْ عَرَفَ اللّٰہُ لَا یَقُوْلُ اللّٰہُ وَمَنْ یَّقُوْلُ اللّٰہُ مَا عَرَفَ اللّٰہ یعنی جس شخص کو معرفتِ الٰہی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کو منہ سے اللہ اللہ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی اور جو منہ سے اللہ اللہ کہتا ہے۔ تو سمجھ لو کہ ابھی اسے معرفتِ الٰہی نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسی معرفت ہے۔ کہ بندہ اپنے مالک کا نام ہی نہ لے اور اُس کی یاد کو ترک کر بیٹھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ارشاد خداوندی ہے: وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ یعنی جہاں کہیں تم ہو وہیں خدائے تعالیٰ تمہارے ہمراہ ہے۔

پس اے عمر (رضی اللہ عنہ)! جو شخص ہر وقت ہمراہ ہو اور کسی وقت نظر سے اوجھل نہ ہو۔ اس کا یاد کرنا کیونکر ضروری ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ کہاں ہے؟

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا' کہ بندہ کے دِل میں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ بندہ کا دِل کہاں ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قالبِ انسان میں۔ لیکن یاد رہے کہ دِل دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک دِل مجازی دوسرا دِل حقیقی' اے عمر! حقیقی دِل وہ ہے جو نہ داہنی جانب ہے نہ بائیں جانب۔ نہ اوپر کی طرف ہے نہ نیچے کی طرف۔ نہ دور ہے نہ نزدیک ہے لیکن اِس حقیقی دِل کی شناخت کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ محض ان مقربانِ الٰہی کا حصہ ہے۔ جو حضورِ الٰہی میں ہمیشہ مستغرق رہتے ہیں۔ کیونکہ مومن کامل در حقیقت عرش ہی ہوتا ہے۔ قَلْبَ الْمُؤْمِنْ عَرْشِ اللہِ تَعَالٰی۔

حدیثِ دِل اگر گویم امید دفتر نمی گنجد — کمال وصف دِل ہرگز بہ بحر و بر و نمی گنجد

بیا اے طالب صادق بحال خویش خوش بنگر — کہ او در عالمے آمد کے پائے سر نمی گنجد

صاحب دِل کا یہ مرتبہ ہے۔

دِل چہ جنید می جنباند عرش دا — عرش رادل فرش ساز وزیر پاد

تو نمیدانی کہ صاحب دِل عظیم — عرش را عزت بوداز دِل سلیم

اور یہ قرب و حضور بجز صحبت مرشد کامل کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ کامل لوگ اور طالبان سوال و جواب نہیں کیا کرتے۔ بلکہ وہ خاموش اور باادب رہتے ہیں۔

چنانچہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: قَلْبَ الْمُؤْمِنُ حَاضِرَةُ مِنْ ذِکْرَ الْخَفِیْ قَصُوَ اَیّ اِنَّ مَقَامِیْ ذِکْرَ الْخَفِیْ فَهُوَ مَیّتٌ ۔ مومن کے دِل میں ذِکرِ خفی ہر وقت موجود رہتا ہے۔ لہٰذا اسے حیاتِ جاودانی حاصل ہوتی ہے اور مسلم کا دِل خفی ذکر سے چونکہ غافل ہوتا ہے۔ اس لیے وہ در حقیقت مردہ شمار ہوتا ہے۔

دِل کہ از ہمرار خدا غافل است

دِل بناید گفت کو مشتِ گل است

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا۔ کہ یا رسول اللہ! مومن اور مسلم میں کیا فرق ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا' کہ مومن عارف الٰہی ہوتا ہے' اور عارف میں یہ وصف ہوتا ہے کہ وہ خاموشی اور غمگینی کی حالت میں رہتا ہے' اور مسلم زاہد اور خشک ہوتا ہے۔

اس کے بعد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَیْسَ الْمُؤْمِنُوْنَ یَجْتَمِعُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ وَیَقُوْلُوْنَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ مومن وہ نہیں جو مسجد میں جمع ہوتے اور زبانی طور پر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ کہتے ہیں۔ اے عمر (رضی اللہ عنہ)! ایسے کلمہ گو کوچہ حقیقت سے بے بہرہ اور بے خبر ہیں' یہ مومن نہیں' بلکہ منافق ہیں کیونکہ زبان سے تو کلمہ لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللہُ کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن کلمہ کے اصل معنی سے ناواقف ہیں۔ انہیں خاک بھی پتہ نہیں ہے۔ کہ کلمہ سے اصل مقصود کیا چیز ہے؟ یعنی لا الــــہ اللہ تو کر لیتے ہیں۔ لیکن ان کو کیا خبر کہ نیست سے کیا مراد ہے اور ہست سے کیا؟ ایسا شکی طور پر کلمہ کہنا شرک ہے' اور شرک و شک عین کفر ہے۔ ایسے کلمہ گو کافر کہلاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں یہ نہیں معلوم کہ کلمہ میں کس کی نفی مراد ہے اور کس کا اثبات۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ کہ پھر کلمہ طیبہ کا اصل مقصد کیا ہے؟

جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ سوائے ذات وحدہٗ لاشریک کے دنیا میں کوئی موجود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مظہرِ خدا ہیں' پس طالب الٰہی کو چاہیے کہ اپنے دل میں غیر اللہ کا خیال تک بھی نہ آنے دے اور ذاتِ خداوندی کو ہی ہر جگہ موجود سمجھے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللہِ یعنی جدھر دیکھو خداوند تعالیٰ کا ظہور ہے۔

تجلی تیری ذات کی سو بسو ہے ۔۔۔ جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! جب سالک اپنی تمام صفات کو معدوم سمجھے اور صرف ذاتِ الٰہی کو ہی موجود سمجھے۔ اس وقت وہ سالک مرتبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اس مرتبے میں سالک کی حالت حدیث: مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ فَقَدْ کَلَّ لِسَانُہٗ وَقَطَعَ

اَزْ جُلُہٗ' کا صحیح مصداق بن جاتی ہے۔ یعنی جس شخص کو اپنے رب کی معرفت حاصل ہو گئی۔ وہ گونگا اور لنگڑا ہو گیا۔

اسم اللہ ذوق بخشید باوصال
بے زباں گوید سخن بس قیل و قال

مطلب یہ ہے کہ عارف کامل پر سکوت و سکون کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ کیونکہ آہ وزاری اور حرکاتِ اضطرابی اسی وقت تک دامنگیر رہتے ہیں جب تک کہ مطلوب کا وصال حاصل نہیں ہوتا۔ جب طالب کو مطلوب مل جائے۔ تو لازمی امر ہے کہ جو آہ و فغاں اور حرکات مضطربانہ طلب کی حالت میں اسے دامنگیر رہتے تھے۔ ان سب کا سلسلہ ختم ہو کر اس کی حالت دِگرگون ہو جائے اور بجائے آہ و بکا اور قلق و اِضطراب کے اُسے نہایت دِل جمعی اور سکوت و سکون حاصل ہو جائے۔ جبھی تو عارف کامل صحیح معنوں میں شہنشاہ ہو جاتا ہے' اُسے بجز ذات خداوندی کے نہ کسی سے اُمید ہوتی ہے' نہ کسی کا ڈر۔ ایسے ہی لوگوں کو حق میں ارشاد باری ہے۔ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ یعنی اولیاء اللہ کو نہ کسی کا خوف ہوتا ہے نہ کسی کا غم۔ (مترجم)

عارف کامل کی حالت یادِ الٰہی سے بھی گزر جاتی ہے۔ اے عمر! یقین جانو کہ جب تک سالک غیر اللہ کا وجود تک بھی اپنے دِل سے نہ نکال دے' تب تک ایک قدم بھی منزل عرفان کی راہ پر نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی عارف کامل بن سکتا ہے۔ کیونکہ یاد بھی ایک قسم کی دوئی ہے اور دوئی عارفین کے نزدیک عین کفر ہے۔ یہ ہے کلمہ طیب کی حقیقت ہے۔

اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے ۔۔۔ لوحِ مزار پر مری چھاتی پہ سنگ ہے
فارغ ہو بیٹھ فکر سے دونوں جہاں کی ۔۔۔ خطرہ جو ہے سو آئینہ دِل پہ زنگ ہے

جب تک اس حقیقت تک نہ پہنچے۔ اس وقت تک طالب سچا موحد نہیں بن سکتا

اوراپنے دعویٰ موحدیت میں سراسر جھوٹا ہے۔(مترجم)

نماز کی حقیقت

نمازِ حقیقی کے متعلق حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِرشادفرمایا ہے' اے عمر (رضی اللہ عنہ)! لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ یعنی نمازِ حقیقی سے مومن کامل اور عارفِ اِلٰہی کا حضوری دائمی حاصل ہوتی ہے۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نماز کہ دوقسم کی ہوتی ہے۔ ایک نماز علماء وفقہا ظاہری اور زاہدان خشک کی۔ جوصرف قول وفعل تک ہی محدود ہوتی ہے' اور اس سے وصالِ الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی رسائی بھی عالم ملکوت نفسانی تک محدود رہتی ہے۔ دوسری نماز انبیاء اور اولیاء اور خلفاء کی جوحضور قلب سے ادا کی جاتی ہے۔ اس کا ثمرہ وصالِ الٰہی ہے اور اس کی رسائی عالم جبروت رحمانی تک محدود ہوتی ہے۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! نمازِ حقیقی دراصل یہی رحمانی نماز ہے۔ ورنہ نماز جو عوام الناس ظاہری طور پر بلاحضور قلب اَدا کرتے ہیں۔ یہ نماز نفسانی ہے۔ رحمانی نہیں ہے۔

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اِرشاد ہے کہ مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً طَوِیْلَۃً فِی الْمَسْجِدِ وَزَیَّنَ الْبَدْنَ بِالْعَمَامَۃِ فِیْ نَاظِرِ الْخَلَائِقِ وَمَاکَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِنْ عِجْزٍ فَھُوَ مَحْجُوْبٌ وَلَا صَلٰوۃَ وَلَا وِصَالَ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ علماء ظاہر پرست اور صوفیان ریاکار خوب جبہ دستار باندھ کر ظاہری شان وشوکت اور ٹاٹھ بنا کر محض ریاکاری کی نماز پڑھتے ہیں۔ ان کے نفس مغروری اور خود پسندی کی قصر مذلت میں گرے ہوئے ہوتے ہیں' اِن کی نماز کیا حقیقت رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ نفس کے بندے ہیں' اور نفسانی آدمی دراصل شیطان بقالب اِنسان ہوتا ہے اور شیطان بالاتفاق کافر اور گمراہ ہے۔ پس نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ایسے لوگ درحقیقت گمراہ اور کافر

ہیں انہیں چاہیے کہ کسی مرشد کامل کی صحبت میں رہ کر اپنے دِل کو غرورِ نفسانیت کے خس وخاشاک سے پاک وصاف کریں اور معرفتِ الٰہی سے معمور اور آباد بنائیں۔ تاکہ وہ صحیح معنوں میں انسان بن جائیں اور گمراہی سے نکل کر راہِ راست پر آ جائیں۔ جب ہی ان کی نماز حقیقی نماز ہو گی اور یہی نماز بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کے قابل قبول ہو گی اور خوش قسمتی سے ایسا حقیقی نمازی ہزاروں لاکھوں میں سے ایک آدھ بھی مل جائے۔ تو اس کی خدمت وصحبت اکسیرِ احمر سے بدرجہا بہتر ہے۔ (مترجم)

یہ گمراہ دراصل بت پرست ہیں اور پھر تعجب ہے کہ یہ اپنی بت پرستی پر نازاں بھی ہیں اور لوگ بھی عجیب کور باطن اور نادان ہیں جو ایسے ریاکاروں کو نمازی شمار کرتے ہیں۔ ایسی بے حقیقت نماز سے کیا فائدہ؟

حدیث قدسی۔ اَلْاَنْبِیَآءُ وَالْاَوْلِیَآءُ یُصَلُّوْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ دَآئِمُوْنَ۔ یعنی انبیاءؑ اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ حضور قلب سے نماز پڑھتے ہیں۔ (یعنی نماز حقیقی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صَلٰوۃُ الْاَنْبِیَآءِ وَالْاَوْلِیَآءِ حَبْسُ الْحَوَاسِ وَ عَدَدَ الْاَنْفَاس۔ یعنی انبیاء اور اولیاء کی نماز درحقیقت وہ نماز ہوتی ہے کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ بلکہ ہر وقت ہی ان کے حواس خمسہ غیر اللہ سے بند ہو جاتے ہیں اور ان کا ایک ایک سانس یادِ الٰہی میں گزرتا ہے۔ وہ اپنے ایک ایک سانس کا خیال وشمار رکھتے ہیں۔ کہ کہیں غفلت میں نہ گزر جائے۔ یہی لوگ دراصل نمازی ہیں۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! نماز حقیقی رحمانی ہیں۔ اسی نماز سے پروردگار عالم کا وصال ہوتا ہے۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم ہمیشہ ذکر خفی میں رہتے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ذِکْرُ اللِّسَانِ لَقْلَقَةٌ وَذِکْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَةٌ وَذِکْرُ الرُّوْحِ مُشَاهِدَةٌ وَذِکْرُ الْخَفِیْ دَائِمًا۔ یعنی

زُبانی ذِکر گویا لقلقہ ہے اور ولی ذِکر ایک قسم کا وسوسہ ہے اور روحانی ذکر مشاہدۂ الٰہی کا موجب ہے اور ذکر خفی ہمیشہ ہوا کرتا ہے۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! ذکر خفی اور نماز حقیقی ترکِ وجود ہے۔(عابدوں کی نماز سجدہ اور سجود پر مبنی ہے)۔

نماز زاہداں سجدہ سجود است نمازِ عاشقاں ترکِ وجود است

یعنی اللہ عزوجل کے سوا کسی کو موجود نہ سمجھنا۔ غیر اللہ کا وجود دل سے بالکل نکال دینا۔

مومنوں کو عیش اس دنیا کا رب دے چکا لطف و کرم سے اپنے سب
کھانا پینا پہننا عیش و سرور سب حلال ان پر ہوئے اے ذی شعور
بیویاں بھی چار رکھ سکتے ہیں وہ مال و زر بسیار رکھ سکتے ہیں وہ
ہر طرح سے عیش و راحت ہے روا شرعاً ان کے واسطے اے خوش ادا
فرق لیکن کیا ہے اتنا فرق ہے یعنی جو دنیا میں بالکل غرق ہے
وہ بظاہر گو کرے روزہ نماز پر نہ ہو باطن میں کچھ سوز و گداز
بے دِلی سے گر کرے طالب ذرا پر نہیں ہے دِل میں نور کبریا
اس کا دیں بھی محو دنیا وہ گیا خواب غفلت میں وہ بالکل سو گیا
اہلِ دین کا کارِ دنیا بھی ہے دیں وہ کریں گے کار دنیا بہر دیں
اس کی کیا ہے انتہائے آرزو یعنی دنیا حاصل ہو دے زشت رو
ان کا کیا مقصود ہے کیا منتہا یعنی حاصل ہو لقائے کبریا
مال ہوا اولاد ہوا اسباب ہو سونے چاندی بی بی سے دِل شاد ہو

پر ہو دِل میں ہر گھڑی حب خدا
جامِ دِل ہو نور وحدت سے بھرا ہوا

روزہ کی حقیقت

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! روزہ کی حقیقی تعریف یہ ہے۔ کہ اِنسان اپنے دِل کو تمام دینی ودُنیوی خواہشات سے۔بند رکھے۔ کیونکہ خواہشاتِ دینی (مثلاً خواہش بہشت وحور وغیرہ) عبد اور معبود کے درمیان حجاب (رکاوٹ) ہیں۔ان کے ہوتے ہوئے بندہ اپنے معبود حقیقی کا وصال حاصل نہیں کرسکتا اور خواہشاتِ دُنیوی (مثلاً خواہشِ جاہ و مال' خواہش نفسانی وغیرہ) تو سراسر شرک ہے۔

غیر اللہ کی طرف فکر وخیال کرنا۔ قیامت کا خوف بہشت کی ہوس اور آخرت کا فکر یہ سب روزہ حقیقی کو توڑنے والی چیزیں ہیں۔ روزہ حقیقی تب درست رہ سکتا ہے۔ جب کہ اِنسان خدا کے سوا ہر چیز کو اپنے دِل سے فراموش کر دے۔ یعنی غیر اللہ کا اسے مطلق علم نہ رہے اور ہر قسم کی اُمیدیں اور ہر طرح کا خوف اپنے دِل سے نکال ڈالے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رَغَبْتُ عَمَّا دُوْنَ اللّٰہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا دِیدار مجھے مطلوب نہیں ہے' روزہ حقیقی کا افطار صرف دِیدارِ الٰہی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "صُوْمُوْا بِرُؤْیَتِہٖ وَاَفْطِرُوْا بِرُؤْیَتِہٖ" اے عمر (رضی اللہ عنہ)! روزہ حقیقی کی اِبتداء میں دِیدارِ اِلٰہی سے ہوتی ہے اور اِنتہا بھی دِیدارِ اِلٰہی پر ہوگی۔

اے عمر! روزہ حقیقی کی ابتداء اور اِنتہا بخوبی ذِہن نشین کرلینی چاہیے۔ یعنی جاننا چاہیے کہ روزہ حقیقی کس چیز سے رکھا جاتا ہے اور کس چیز پر اِفطار کیا جاتا ہے۔

سو واضح ہو کہ روزہ حقیقی کی ابتداء یہ ہے کہ اِنسان بتدریج معرفتِ اِلٰہی حاصل کرلے اور اس کی اِنتہا یعنی اِفطار یہ ہے کہ قیامت میں اُسے دِیدارِ اِلٰہی نصیب ہوا۔ اِرشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ ۔ فَرْحَۃٌ عِنْدَ الْاَفْطَارِ وَفَرْحَۃٌ عِنْدَ لِقَاءَ رَبِّہٖ یعنی روزہ دار کے لیے دوخوشیاں ہیں' ایک اِفطار کے وقت

دوسری دیدارِ الٰہی کے وقت۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! عوام کے روزے میں پہلے روزہ ہے اور آخر میں افطار۔ لیکن حقیقی روزے میں اوّل اِفطار ہے اور آخر میں روزہ ہے۔ دیکھو مجذوب سالک جو کہ خدا رسیدہ ہیں' وہ ہمیشہ صائم (روزہ دار) رہتے ہیں۔ کسی وقت بھی ان کا اِفطار نہیں ہوتا۔ کیونکہ روزہ حقیقی کے لیے اِفطار شرط نہیں کہ کبھی روزہ رکھو اور اِفطار کرو وہ ہمیشہ ہی روزہ دار رہتے ہیں۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! تمام لوگ روزہ رکھتے ہیں' جن میں کھانے پینے اور جماع سے اجتناب کرنا پڑتا ہے۔ یہ حقیقی روزہ نہیں۔ بلکہ یہ روزہ مجازی ہے۔ فنا کے یہ معنی ہیں کہ اِسرارِ الٰہی اِن کو حاصل نہیں ہوئے۔ وہ زینت ظاہری میں مبتلا ہیں اور حقیقت سے بے بہرہ۔ لیکن اس مجازی روزے میں غیر اللہ کا ترک نہیں ہوتا اور تمام خطرات نفسانی و انسانی اس میں حائل ہوتے رہتے ہیں۔ ایسے روزے داروں کے قول و فعل سب غیر اللہ ہیں۔ ایسا روزہ یعنی مجازی ہرگز ہرگز حقیقی اور رحمانی نہیں ہو سکتا۔ اس ظاہری اور مجازی روزے سے بجز اس کے اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ کہ انسان روزہ رکھ کر ناداروں اور مفلسوں کی بھوک اور پیاس کا احساس کر سکے اور غریبوں اور مسکینوں کی اِمداد کر سکے اور اس کے سوائے اس ظاہری روزے سے اور کیا فائدہ متصور ہو سکتا ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اِرشادِ فریض بنیاد ہے کہ مَنْ لاَ شَيْخَ لَهٗ لَا دِيْنَ لَـهٗ وَمَنْ لَّا دِيْنَ لَهٗ لَا عِرْفَانَ لَهٗ وَمَنْ لَّا عِرْفَانَ لَهٗ لَا حِزْبَ لَهٗ وَمَنْ لَّا حِزْبَ لَـهٗ لَا اُنْـسَ لَهٗ وَمَنْ لَّا اُنْسَ لَهٗ لَا مَوْلیٰ لَهٗ ۔ یعنی بے مرشد بے دِین ہوتا ہے اور بے دِین معرفتِ الٰہی سے بے بہرہ ہوتا ہے اور جو معرفتِ الٰہی سے کورا ہے' اس کا کسی صحیح جماعت سے تعلق نہیں ہوتا اور جس کا کسی صحیح جماعت سے تعلق نہ ہو۔ اس کا کوئی مونس و غمخوار نہیں ہوتا' اور جس کا کوئی مونس و غمخوار نہ ہو اس کا کوئی دوست یار

نہیں ہوتا۔

حدیث: اِنَّ اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قَبَآئِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ۔ یعنی میرے اولیائے میری قبا کے نیچے ہیں۔ ان کے مرتبے کو میں ہی جانتا ہوں اور کوئی نہیں جان سکتا۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! سالکان غیر مجذوب بجز صحبت کامل مرشد کے معرفتِ الٰہی حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی اِصلاحِ باطنی کے بغیر عالم جبروت تک ان کی رسائی ہوسکتی ہے۔ وہ عالم ناسوت وملکوت میں ہی بھٹکتے رہتے ہیں یہ لوگ شہوت پرست اور طالب شہرت ہیں۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! جو علماء فقہا اور سالکین غیر مجذوب ہیں اور وہ کسی مُرشد کامل کے فیض صحبت سے مستفیض نہیں ہوئے۔ وہ جذبۂ اِسرارِ الٰہی سے بالکل بے خبر ہیں۔ یہ لوگ دُنیوی وزینت اور شہوت نفسانی کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔ گویا وہ جبہ اور دستار اور صوفیائے کبار کے جامہ میں ملبوس ہوتے ہیں۔ لیکن درحقیقت ان کی اندرونی حالت یہ ہوتی ہے کہ حرص ہوا دُنیوی اور خواہشات نفسانی میں گرفتار ہوتے ہیں' ان کا مقصود اس جامۂ فقیری سے خدا پرستی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سراسر طالب جاہ و مال ہوتے ہیں۔ اِن کا کلمہ اور نماز روزہ کیا حقیقت رکھتا ہے۔

جو شخص محقق سالکوں کے زمرے میں داخل ہو جائے اور معرفتِ الٰہی میں پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔ اس پر فرض اور لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی ہستی اور خودی کو یکسر مٹا دے۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے

جو لوگ اپنی خودی کو نہیں مٹاتے۔ خواہ وہ صوفیانہ لباس میں ملبوس ہوں۔ لیکن وہ منزل عرفان میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ انسان معرفتِ الٰہی کی منزل تک اسی وقت پہنچ سکتا ہے۔ جب تک کہ وہ اپنی خودی اور ہستی یکسر فراموش نہ کر دے اور

محض ذاتِ الٰہی اس کا ہر دم مطلوب ہے

علم ظاہر دا ستانی اور ہے — علم اسرار نہانی اور ہے
وعظ و پابند عالمانی اور ہے — حال و مال صوفیانی اور ہے
عافروں کی راز دانی اور ہے — عاشقوں کی لن ترانی اور ہے
جلوۂ حق حق ہے ہر اک شان میں — اپنی اپنی آن بانی اور ہے
زور جسم و علم ظاہر پر نہ جا — سیر ملک و لا مکانی اور ہے
خضر سے چاہیں نہ ہم آبِ حیات — اپنی عمر جاودانی اور ہے
جو ہیں سب خوباں وہ بھی سب خوب ہیں — اپنا وہ دِلدار جانی اور ہے
آب داری تیغ آہن کی ہے اور — خنجر اور ابرو کمانی اور ہے
پیرِ کامل کی محبت خوب ہے — عشق و حسن نوجوانی اور ہے

فکر میں خاموش کی ہے اور کچھ
گفتگو اب یہ زبانی اور ہے

زکوٰۃ کی حقیقت

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! سنو- ازروئے شریعت دوسو دِینار میں سے پانچ دینار زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے اور اہلِ طریقت کے نزدیک دوسو دینار میں سے پانچ دِینار اپنے پاس رکھنے چاہیں۔ باقی سب کے سب نذرِ زکوٰۃ میں صرف کردینے لازم ہیں۔ لیکن یاد رہے۔ زکوٰۃ آزاد پر فرض ہے۔ غلام پر فرض نہیں ہے۔ جب تک بندہ بندگی نفس سے نجات نہ پائے۔ اس وقت تک آزادوں کے زمرے میں داخل نہیں ہوسکتا اور جب آزاد ہی نہ ہوا۔ تو اس پر زکوٰۃ کیونکر فرض ہوسکتی ہے۔

بندہ نفس کو سب سے پہلے بندگی نفس سے آزادی حاصل کرنی چاہیے۔ تاکہ وہ زکوٰۃ حقیقی ادا کرنے کے قابل بن جائے۔

نیز زکوٰۃ م عاقل و بالغ پر فرض ہے۔ دیوانہ و نابالغ پر فرض نہیں ہے۔ پس جس

شخص پر غفلت و نفسانیت کا دیو سوار ہو اور وہ ہمہ تن نفس و شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہو۔ عارفانِ الٰہی کے نزدیک وہ عاقل و بالغ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ ایک نابالغ شیر خوار بچے کی مانند ہے اور اہلِ معرفت کے نزدیک وہ کالعدم سمجھا جاتا ہے۔ اس پر زکوٰۃ حقیقی کیونکر فرض ہو سکتی ہے۔ پس سب سے پہلے یہ لازم ہے کہ بندہ نفس کی بے شعوری سے نجات حاصل کرے تاکہ وہ معرفتِ الٰہی کی آزادی اور عقل سے سرفراز ہو کر حقیقی زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل بن جائے۔

زکوٰۃ ظاہری جو شرعاً مال و دُنیوی پر فرض ہوتی ہے۔ اس میں محض یہ حکمت ہے کہ امیر لوگ نہ زکوٰۃ کے بہانے سے غریبوں اور مفلسوں کی مدد کر سکیں اور غرباء اپنے خورد و نوش کا انتظام سہولت آسانی سے کر سکیں۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! گنج حقیقی کی بجز عارفانِ الٰہی کے کسی کو خبر نہیں ہے۔ گنج حقیقی دراصل سرِّ ربوبیت ہے اور عارفین کے دِل اس سرِّ ربوبیت کے گنجینے ہوتے ہیں۔ ان عرفا پر فرض ہے۔ کہ وہ اپنے گنجینۂ حقیقی میں سے اسرارِ الٰہی کی زکوٰۃ گمراہوں اور نادانوں کو عطا فرما دیں اور گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت کی راہنمائی فرما دیں۔ کیونکہ مستحق کو اس کا حق دینا عین زکوٰۃ ہے۔

گمنامی ہماری ہے یہ نام ہمارا — آغاز ہمارا ہے نہ انجام ہمارا
سامان توکل ہے سرانجام ہمارا — تکلیف ہماری بھی ہے آرام ہمارا
بے کار و معطل ہوئے ہم کار جہاں سے — خود آپ خدا کرتا ہے بس کام ہمارا
ہم عشق کے بندے ہیں سنو شیخ برہمن — کیا تم سے کہیں کفر ہے سلام ہمارا
صحرا میں رہیں ہم باغ میں کاہے کو جائیں — گلشن میں نہ ہو جب کہ گلفام ہمارا
بخت اپنا تو فرخندہ ہے روزِ ازل سے — کیا کر سکے اب گردش ایام ہمارا

اِسلام قوی ہوگا اُسی وقت میں خاموش
جس وقت کہ بن جائے گا دِل رام ہمارا

حج کی حقیقت

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! یقین جانو- کہ خانہ کعبہ اِنسان کا دِل ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ کہ ''قَلْبُ الْاِنْسَانِ بَیْتُ الرَّحْمٰنِ'' یعنی اِنسان کا دِل دراصل خانہ کعبہ ہے۔ بلکہ فرمانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ ''قَلْبُهُ الْمُؤْمِنْ عَرْشُ اللهِ تَعَالٰی'' یعنی مومن کا دِل عرشِ الٰہی ہے۔ پس کعبہ دِل کا حج کرنا چاہیے۔

طوافِ کعبۂ دِل کن اگر دلے داری — دلے است کعبہ اعظم تو گل چہ پنداری
زعرش وکرسی ولوح وقلم فزوں باشد — دلے خراب کہ اورا نہ ہیچ نہ شماری

قلب از نورِ وحدت گشت پیدا — زاز ما در پدر باشد ہویدا
نہ زاز بادونہ آتش آب خاکی — قلب نوریست قدرت شدز پاکی

لہٰذا دِل کعبہ سے افضل ہے۔

دِل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاروں کعبہ یک دِل بہتر است

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کعبۂ دِل کا حج کس طرح کرنا چاہیے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ انسان کا وجود بمنزلہ ایک چار دیواری کے ہے۔ اگر اس چار دیوار میں سے شک و وہم غیر اللہ کا پردہ دور کر دیا جائے۔ تو دِل کے صحن میں خدا کی ذات کا جلوہ نظر آئے گا۔ حج کعبہ کا یہی مقصد ہے۔

دل کعبہ اعظم است بکن خالی از بتاں
بیت المقدس است مکن جائے دیگراں

نیز ایسا حقیقی حج کرنے سے یہ بھی مقصود ہے کہ انسان اپنی خود وہستی کو اس

طرح مٹا دے کہ ہستی کا ذرہ بھر بھی باقی نہ رہے حتیٰ کہ ظاہر و باطن یکساں پاکیزہ ہو جائے اور دِل صفاتِ الٰہی سے متصف ہو جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ حضور اپنی ہستی کو فنا کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ محبوب حقیقی یعنی خدا تعالیٰ پر عاشق ہونے سے، جو شخص عاشقِ الٰہی ہو گیا۔ وہ فنا فی اللہ ہو گیا اور جو فنا فی اللہ ہو گیا۔ وہ ذاتِ حق کا مظہر ہو گیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا- کہ حضرت! دِل کو خانہ خدا اور عرشِ الٰہی کیوں قرار دیا ہے؟

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ ارشاد باری ہے: وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلاَ تُبْصِرُوْنَ ۔ یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگو! میں تمہارے اندر ہی ہوں۔ پھر تم مجھے کیوں نہیں دیکھتے؟

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! رہنے کی جگہ کو گھر کہتے ہیں۔ چونکہ خدا تعالیٰ دِل میں رہتا ہے۔ لہٰذا خانۂ خدا اور عرشِ الٰہی قرار دیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے سوال کیا۔ کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس خاک کے پتلے میں بولنے والا۔ سننے والا۔ اور دیکھنے والا کون ہے اور کیسا ہے؟

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ وہی (خدا) بولنے والا ہے۔ وہی سننے والا ہے اور وہی دیکھنے والا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ پرسید، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ذاتِ خاص حضرت چہ باشد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود۔ (اَنَا اَحْمَدُ بِلاَ مِیْمٍ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کہ حضرت کعبۂ دِل کا حج کون ادا کرتا ہے؟

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا۔ کہ خود ذاتِ خداوندی۔ یعنی جب بندگی نفس کا پردہ دور کر دیتا ہے اور معبد و معبود کے درمیان کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔ تو وہ صفاتِ الٰہی سے متصف ہو جاتا ہے اور اس کے دِل میں ذات الٰہی کی سمائی ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا بندے کے دِل میں سمانا ہی کعبۂ دِل کا حج (حج حقیقی) ہے۔

حضرت عمر نے پھر سوال کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سب کچھ اسی ذاتِ مقدس کا ظہور ہے۔ تو پھر یہ رہنمائی کس کو اور کیونکر ہے؟

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ خود ہی رہنما ہے اور خود اپنی ہی رہنمائی کرتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر یہ گونا گوں نقش و نگار کیوں ہیں؟

پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا۔ کہ رہنمائی کی مثال سوداگری کی سی ہے۔ کہ جس چیز کا کوئی گاہک ہو۔ سوداگر اس کو وہی چیز دیتا ہے۔ گیہوں کے خریدار کو جو ہرگز نہیں دیئے جاتے اور نہ ہی جو کے خریدار کو گیہوں دیئے جاتے ہیں۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! پیغمبروں کی مثال ایسی ہے۔ جیسے اطباء یعنی جس طرح طبیب مریض کی طبیعت اور مرض کے موافق دوا دیتا ہے اور اسی موافق طبع دوا کے اس مریض کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح پیغمبر بھی روحانی ایمانداروں کو ان کی باطنی استعداد اور روحانی مرض کے موافق دوائے معرفت عطا فرماتے ہیں۔ جس کی بدولت مریض روحانی شفائے کلی پا کر عارفِ الٰہی بن جاتا ہے۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! سالکان طریق چار گروہوں میں منقسم ہیں اور ان چار گروہوں میں بلحاظ مراتب و استعداد باطنی زمین و آسمان کا فرق ہے۔

پہلا گروہ عوام العالم میں عام مسلمانوں کا ہے۔ یہ لوگ ارباب ظاہر کہلاتے ہیں

اور راہِ شریعت پر چلنے والے ہیں۔ عشق الٰہی کی چار سیڑھیوں میں سے پہلی سیڑھی پر اہلِ شرع گامزن ہوتے ہیں۔ لیکن اگر اسی سیڑھی پر رہیں۔ معرفتِ الٰہی کی اگلی سیڑھیوں پر چلنے کی کوشش نہ کریں۔ حتیٰ کہ ان کی عمر ختم ہو جائے۔ تو یہ لوگ دین و دنیا سے محروم اور ظاہر پرست ہو کر مر جاتے ہیں۔ یہ گروہ اہلِ شریعت کہلاتا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

دوسرا گروہ وہ عوام الخاص کا ہے۔ ان لوگوں میں دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ عوام کا بھی اور خاص کا بھی۔ یہ گروہ روحانیت کی طرف متوجہ تو ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ رموز باطنی سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ کبھی دنیا کے طالب ہوتے ہیں۔ کبھی دین کے طالب۔ لہٰذا ان کی باطنی آنکھیں نور باطنی سے پورے طور پر منور نہیں ہوتیں۔ اس گروہ کو اہلِ طریقت کہتے ہیں۔

تیسرا گروہ وہ خالص الخاص کا ہے۔ انہیں اہلِ معرفت بولتے ہیں۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! ہدایت رہنمائی طالب کی اِستعداد اور جنس کے موافق ہوا کرتی ہے۔ یہ اِسرارِ الٰہی کی نعمتِ عظمیٰ نا اہل عوام الناس کی نہیں دی جاتی۔ کیونکہ ان کو ایسی نعمت دے دینا اس نعمت کی ناقدر شناسی ہے۔ نیز چونکہ وہ اس نعمت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ان کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا۔ کہ ذاتِ رحمان کیا ہے؟ اور دیگر اشیاء کیا ہے؟

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تمام اشیاء مظہرِ الٰہی ہیں۔ درحقیقت سب ایک ہی ہیں۔ ظہور کی صفات مختلف ہیں۔ جیسا کہ مطلب ایک ہوتا ہے اور اس کو مختلف عبارتوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ذات ایک ہی ہے۔ لیکن اس کے مظاہر مختلف ہیں۔

///ی///

ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ یعنی اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر احاطہ ہے۔ لیکن انسان کو دیگر تمام مخلوقات پر شرف و بزرگی حاصل ہے۔ اِنَّ اللہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ۔ یعنی خدا تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کہ حضرت! (صلی اللہ علیہ وسلم) جب انسان اشرف المخلوقات ٹھہرا۔ تو پھر اس میں خاص و عام اور کافر مسلمان ہونے کا کیا باعث؟

فرمایا- ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یعنی ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

نیز ارشاد ہے: کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ۔ یعنی ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ موت دراصل اس حدیث کی مصداق ہونی چاہیے کہ اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ ۔ یعنی موت ایک پل ہے۔ جس کو طالب مولیٰ عبور کر کے واصل الٰہی ہو جاتا ہے۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! پنج بنائے اسلام کی حقیقت جو مومنیت کا درجہ ہے۔ جو مفصل بیان کر دیا ہے۔ فی الحال تمہارے لیے کافی ہے۔ جب تو اس سے آگے انتہائے کمال کی طرف بڑھنا چاہے گا۔ تو جمیع صفات و اسرار خود تمہارے اندر موجود ہیں۔ کیونکہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا۔ اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

اے میرے ہم راز قطب الدین! یہ نکات پوشیدہ اور راز مخفی تھے۔ جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلیفہ اپنے ہم راز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائے تھے۔ تم کو لکھ دیئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ تم ان نکات پر اعتبار اور اقرار کرو گے۔ ہمیں کج فہم یعنی علمائے ظاہری سے کچھ سروکار نہیں۔ ان کا علاج اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے: لَا تَتَحَرَّكُ

ذَرَّۃً اِلَّا بِاِذْنِ اللہِ ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی۔ یہی ہر مسلمان کا اعتقاد ہے اور اسی پر ایمان ہے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ
سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ
اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ اٰمِیْنَ ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اِلتجاء

بدرگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ

کیا دِل نے اُمید سے کنارا تباہی ہر طرف ہے آشکارا
کہاں اب صبر و خاموشی کا یارا نظر آتا نہیں کوئی سہارا
بگردابِ بلا افتادہ کشتی
مدد کن یا معین الدین" چشتی

ستم گر آسماں نے مجھ کو تا کا ہدف ٹھہرا ہوں میں تیرِ قضا کا
بہت ہے شور طوفانِ بلا کا خدا حافظ ہو غافل نا خدا کا
بگردابِ بلا افتادہ کشتی
مدد کن یا معین الدین" چشتی

اندھیری رات ہے اور دور ساحل آل کار سے ساتھی ہیں غافل
نہیں ہوتا ہے کچھ کوشش سے حاصل بہت مغموم اور بیچیں ہے دِل
بگردابِ بلا افتادہ کشتی
مدد کن یا معین الدین" چشتی

حوادث کا وہ طوفان اٹھ رہا ہے کہ جس کی موج خوددامِ قضا ہے
نہ مونس ہے نہ کوئی آشنا ہے مرے لب پر بس اب یہ التجا ہے
بگردابِ بلا افتادہ کشتی
مدد کن یا معین الدین" چشتی

ختم شد

اُردُو ترجمہ کتاب

ہفت مکتوبات

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

اسرارِ اوّل

مکتوب (۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے ولی محب میرے قلبی دوست میرے بھائی خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلوی اللہ تعالیٰ آپ کا دونوں جہاں کی سعادت عطا فرمائے۔

بندۂ مسکین معین الدین کی طرف سے سلام مسنونہ کے بعد واضح ولائح ہو کہ جو اِسرارِ الٰہی کے چند ایک نکات میں لکھتا ہوں۔ یہ اپنے سچے مریدوں اور حق کے طالبوں کو سکھا دینا۔ تا کہ وہ غلطی میں نہ پڑیں۔

عزیز من! جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا ہے۔ وہ کبھی سوال یا خواہش یا آرزو نہیں کرتا۔ جس نے ابھی تک نہیں پہچانا۔ وہ ان کی بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ دوسرا یہ کہ حرص و ہوا کو ترک کرو۔ جس نے حرص و ہوا کو ترک کیا۔ اس نے مقصود حاصل کر لیا۔

چنانچہ ایسے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا ہے: وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔ (پ ۳۰ آیت ۴) وہ جس شخص نے اپنے نفس کو خواہشات سے روک رکھا اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔

جس دِل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے پھیر دیا ہے۔ اسے کثرت شہوات کے کفن میں لپیٹ کر زمین میں دفن کر دیا ہے۔

ایک روز سلطان العارفین خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میں نے ایک رات اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ جس نے مجھ سے پوچھا۔ بایزید کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا جو تو چاہتا ہے' خطاب ہوا۔ کہ اچھا جس طرح تو میرا ہے۔ اسی طرح میں

تیرا ہوں۔

ہر کہ گردن نہد رضا او را   مرا حق نگاہباں باشد

پس اگر تصوف کی ماہیت سے واقف ہونا چاہتے ہو تو اپنے پر آسائش کا دروازہ بند کر دو۔ پھر زانوئے محبت کے بل بیٹھ جاؤ۔ اگر تم نے یہ کام کر لیا۔ تو سمجھو کہ بس تصوف کے عالم ہو گئے۔ طالب حق کو یہ بات جان و دل سے بجالانی چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا کرنے سے وہ شر شیطانی سے نجات پائے گا۔ اور دونوں جہان کی مرادیں حاصل کرے گا۔

ایک روز میرے شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ معین الدین! کیا تجھے معلوم ہے کہ صاحبِ حضور کسے کہتے ہیں؟ دیکھو صاحبِ حضور وہ ہے کہ ہر وقت مقامِ عبودیت میں ہو اور ہر ایک واقع کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیال کرے اور تمام عبادتوں کا مقصد یہی ہے۔ جسے یہ حاصل ہے۔ وہ جہان کا بادشاہ ہے۔ بلکہ جہان کا بادشاہ اس کا محتاج ہے۔

ایک روز میرے شیخ نے مجھے خطاب کر کے فرمایا۔ کہ بعض درویش جو کہتے ہیں کہ جب طالب کمال حاصل کر لیتا ہے تو اسے گھبراہٹ رہتی۔ یہ غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ جو کہتے ہیں کہ عبادت کرنا بھی اس کے لیے ضروری نہیں ہوتا۔ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ عبادت بندگی اور عبودیت میں سربسجود رہے۔ باوجود کمال بندگی کے آخر یہ فرمایا کرتے تھے۔ ما عبدناك حق عبادتك (ہم نے تیری ایسی عبادت نہیں کی جیسا کہ حق تھا) یعنی کما حقہ تیری عبادت نہیں کر سکتے' اور نہایت عاجزی سے وردِ زبان تھا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ اور بھیجا ہوا ہے۔

پس یقین جانو کہ جب عارف کمال کا درجہ حاصل کرتا ہے۔ تو اس وقت کمال

درجہ کی ریاضت جس سے مراد نماز ہے۔ نہایت صدق دِل سے ادا کرتا ہے۔ اسی سے حضوری و آگاہی زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ اخص الخاص معراج یہی نماز ہے۔ جب کوئی شخص یہ معلوم کر کے صدق سے کام لیتا ہے۔ تو اسے ایسی پیاس محسوس ہوتی ہے۔ گویا اس نے آگ کے کئی پیالے پی رکھے ہیں۔ جوں جوں ایسے پیالے پیئے گا۔ پیاس غلبہ کرتی جائے گی۔ اس واسطے کو جمال نا متناہی کی اِنتہا نہیں۔ اس وقت اس کا سکون بے سکونی اور آرام بے آرامی ہو جاتی ہے۔ تاوقتیکہ لقائے الٰہی سے مشرف نہ ہو جائے۔ **والسلام**

اِسرار دوم

مکتوب (۲)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''دردمند طالبِ شوق دِیدارِ الٰہی کے اشتیاق کے آرزو مند درویش جفاکش میرے بھائی خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلوی۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں آپ کو سعادت نصیب کرے''۔

سلامِ مسنونہ کے بعد مقصود یہ ہے کہ ایک روز حضرت عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں خواجہ نجم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ صغرائے خواجہ محمد تارک رحمۃ اللہ علیہ اور یہ خاکسار حاضر تھے۔ کہ اتنے میں ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر خواجہ صاحب سے پوچھا کہ یہ کیونکر معلوم کہ کسی شخص کو قربِ الٰہی حاصل ہوا ہے؟ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ نیک عملوں کی توفیق بڑی اچھی شناخت ہے۔ یقین جانو۔ جس شخص کو نیک کاموں کی توفیق دی گئی ہے۔ اس کے لیے قرب کا دروازہ کھل گیا ہے۔

پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ ایک شخص کے ہاں ایک صاحب وقت کے لونڈی

تھی۔ جو آدھی رات کے وقت اٹھ کر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتی اور شکر حق بجالاتی اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتی' کہ "پروردگار! میں تیرا قرب حاصل کر چکی ہوں۔ مجھے اب اپنے سے دور نہ رکھنا"۔ اس لونڈی کے آقا نے یہ ماجرا سن کو اس سے پوچھا۔ تمہیں کیونکر معلوم ہے کہ تمہیں قربِ الٰہی حاصل ہے؟ کہا صاحب مجھے یوں معلوم ہے کہ مجھے آدھی رات کے وقت جاگ کر دو رکعت نماز پڑھنے کی توفیق دے رکھی ہے اس واسطے میں جانتی ہوں کہ مجھے قرب حاصل ہے۔ آقا نے کہا۔ لونڈی! جاؤ میں نے تمہیں لِلّٰہ آزاد کیا۔

پس انسان کو دن رات عبادتِ الٰہی میں مصروف رہنا چاہیے۔ تاکہ اس کا نام نیک لوگوں کے دفتر میں درج ہو جائے اور نفس و شیطان کی قید سے بچ جائے۔ والسلام

اِسرارِ سوم

مکتوب (۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ الصَّمَدُ کیا اسرار سے واقف لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ کے انوار کے ماہر۔ میرے بھائی خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلوی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج زیادہ کرے۔

فقیر پر تقصیر معین الدین سنجری کی طرف سے خوشی و خورمی آمیز اور انس و محبت بھرا سلام ہو۔ مقصود یہ کہ تادمِ تحریر صحت ظاہری کے سبب مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحتِ دارین عطا فرمائے۔

بھائی جان! میرے شیخ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سوائے اہل معرفت کے اور کسی کو عشق کے رموزات سے واقف نہیں کرنا چاہیے۔ خواجہ شیخ سعدی

رحمۃ اللہ علیہ میگوئی نے آنجناب سے پوچھا کہ اہلِ معرفت کو کیونکر پہچان سکتے ہیں۔تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہلِ معرفت کی علامت ترک ہے۔جس میں ترک ہوگی۔یقیں جانو کہ وہ اہلِ معرفت ہے اور اسے خدا شناسی حاصل ہے اور جس میں ترک نہیں۔اس میں معرفت حق کی بو بھی نہیں۔یہ اچھی طرح یقین کر لو۔کہ کلمہ شہادت اور نفی اثبات حق تعالیٰ کی معرفت ہے۔مال و مرتبہ بڑے بھاری بت ہیں اور انہوں نے بہت لوگوں کو سیدھی راہ سے گمراہ کیا اور کر رہے ہیں۔یہ معبود خلائق بن رہے ہیں۔بہت لوگ جاہ و مال کی پرستش کرتے ہیں۔

پس جس نے مال و جاہ کی محبت کو دِل سے نکال دیا۔اس نے گویا پوری نفی کر دی اور جسے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی۔اس نے پورا پورا اثبات کر لیا اور یہ بات لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللہ کے کہنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔پس جس نے کلمہ شہادت نہیں پڑھا۔اسے خدا شناسی حاصل نہیں ہوئی۔والسلام

اسرارِ چہارم

مکتوب (۴)

حقائق و معارف سے واقف۔ ربّ العارفین کے عاشق میرے بھائی خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلوی

واضح رہے کہ انسانوں میں سب سے دانا وہ فقرا ہیں۔جنہوں نے درویشی اور نامرادی کو اختیار کر رکھا ہے۔کیونکہ ہر ایک مراد میں نامرادی ہے اور نامرادی میں مراد ہے۔برخلاف اس کے اہلِ غفلت نے صحت کو زحمت اور زحمت کو صحت خیال کر رکھا ہے۔پس دانا وہی ہے کہ جب کسی دنیاوی مراد کا اسے خیال آئے۔اسے فوراً ترک کر کے نامرادی اور فقر کو اختیار کر لے۔اپنی مراد کو چھوڑ کر نامرادی سے موافقت کر لے۔ع

نامرادی تا نہ گردی بامرادی کے رسی

پس مرد کو حق تعالیٰ سے وابستگی لازم ہے۔ جو ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ آنکھ دے ہر راہ میں سوائے اس کے چہرے کے اور کچھ نہ دیکھے اور دونوں جہان میں جس کی طرف نگاہ کرے اس میں اسی کی حقیقت دیکھے۔ دینداری اور آنکھ حاصل کر کیونکہ اگر غور سے دیکھو تو خاک کا ہر ایک ذرّہ جامِ جہاں نما ہے۔ سوائے ظاہری ملاپ کے شوق کے اور کیا لکھوں۔ والسلام

اسرار پنجم

مکتوب (۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

واصلوں کے برگزیدہ۔ ربّ العالمین کے عاشق، میرے بھائی خواجہ قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (معبود حقیقی کی پناہ میں ہو کر شاد کام رہیں)

ایک روزہ یہ دُعا گو حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ ایک شخص نے آ کر عرض کیا۔ شیخ صاحب میں نے مختلف علوم حاصل کیے۔ بہت زہد کیا۔ لیکن مقصد نہیں پایا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا تمہیں صرف ایک بات پر عمل کرنا چاہیے۔ عالم بھی ہو جاؤ گے اور زاہد بھی وہ یہ کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تَرْكُ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ عِبَادَةٍ وَحُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ۔ دنیا کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سر ہے اور دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔

اگر تم اس حدیث پر عمل کرو۔ تو پھر تمہیں کسی اور علم کی ضرورت نہ رہے۔ یعنی العلم نکتۃ گو علم ایک ہی نقطہ ہے۔ لیکن اس کا کہہ لینا آسان ہے۔ مگر اس پر عمل کرنا مشکل ہے۔

پس یقین جانو کہ ترک اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک محبت بدرجہ کمال نہ ہو اور محبت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ ہدایت کرے۔ حق تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ (جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پا سکتا۔

پس انسان کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا لحاظ کر کے اپنے وقت عزیز و شریف کو دنیاوی خواہشات کے پورا کرنے میں ضائع نہ کرے۔ بلکہ وقت کو غنیمت سمجھ کر فقر و فاقہ میں عمر بسر کرے۔ عجز و زاری سے پیش آئے۔ گناہوں کی شرمندگی کے مارے سر نہ اٹھائے ہر حالت میں عاجزی اور تضرع سے پیش آئے۔ کیونکہ انس، بندگی اور عبادت اور سب سے اچھا کام یہی عجز و نیاز ہے۔

بعدازاں اس موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ خواجہ شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد اور مرید تھے۔ ایک روز شیخ صاحب نے پوچھا۔ کتنے عرصے سے تم میری محبت و خدمت میں سرگرم ہو اور میری باتیں سنتے آئے ہو؟ عرض کیا تیس سال سے پوچھا۔ پھر اس عرصے کیا کچھ حاصل کیا اور کیا کچھ فائدہ اٹھایا؟ عرض کیا آٹھ فائدے حاصل کیے۔ پوچھا کیا اس سے پہلے یہ فائدے حاصل نہ تھے؟ عرض کیا شیخ صاحب اگر آپ سچ پوچھتے ہیں۔ تو ان سے زیادہ کی اب مجھے ضرورت بھی نہیں۔ فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حاتم! میں نے ساری عمر تیرے کام میں صرف کر دی۔ میں نہیں چاہتا کہ تو اس سے زیادہ حاصل کرے۔ عرض کیا میرے لیے اتنا ہی علم کافی ہے۔ کیونکہ دونوں جہان کی نجات ان فائدوں میں آ جاتی ہے۔ فرمایا۔ اچھا انہیں بیان کرو؟

عرض کیا۔ استاد صاحب!

پہلا یہ ہے کہ میں نے خلقت کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہر ایک شخص نے کسی نہ کسی کو اپنا محبوب و معشوق قرار دئے رکھا ہے۔ وہ محبوب و معشوق اس قسم کے

ہیں کہ بعض مرض موت تک اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ بعض مرنے تک' بعض لب گور تک اس کے بعد کوئی بھی ساتھ نہیں جاتا۔ کوئی ایسا نہیں کہ انسان کے ساتھ قبر میں جا کر اس کا غمخوار اور کا چراغ ہو۔ قیامت کی منزلیں طے کرائے۔ مجھے معلوم ہوا کہ ان صفات سے متصف محبوب صرف اعمالِ صالحہ ہیں۔ سو میں نے انہیں اپنا محبوب بنایا اور انہیں اپنے لیے حجت اختیار کیا۔ تاکہ قبر میں بھی میری غمخواری کریں۔ میرے لیے چراغ ہوں اور ہر ایک منزل میں میرے ساتھ رہیں اور مجھے چھوڑ نہ جائیں۔

خواجہ شفیق علیہ الرحمتہ نے فرمایا: حاتم! تو نے بہت اچھا کیا۔

دوسرا یہ کہ جب میں نے لوگوں کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ سب کے سب حرص و ہوا کے پیرو بنے ہوئے ہیں اور نفس کے کہنے پر چلتے ہیں۔ پھر میں نے اس آیت پر غور کیا۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (پ۳۰ع۴) جس نے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر نفس کو خواہشات سے روکا۔ اس کا ٹھکانا بہشت ہے''۔ تو یقین ہو گیا کہ قرآنِ شریف سچا ہے۔ اس لیے میں نفس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا اور اسے مجاہدہ کی کٹھالی پر رکھ دیا۔ اس کی آرزو بھی پوری نہ کی۔ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مجھے آرام حاصل ہوتا رہا۔

خواجہ شفیق رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دے۔ تو نے خوب کہا اور اچھا کیا۔

تیسرا فائدہ یہ کہ جب میں نے لوگوں کے حالات کا مشاہدہ غور سے کیا۔ تو دیکھا کہ ہر شخص دنیا کے لیے کوشش کرتا ہے۔ رنج و مصیبت برداشت کرتا ہے۔ تب کہیں دنیاوی حکام سے کچھ حاصل ہوتا ہے اور پھر اس پر بڑا خوش و خرم رہتا ہے۔ بعد ازاں میں نے اس آیت پر غور کیا۔ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (پ۱۴ع ۱۹) ''جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ باقی

رہنے والا ہے۔ تو جو کچھ میں نے جمع کیا تھا سب راہِ خدا میں صرف کر دیا اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ تا کہ بارگاہ الٰہی میں باقی رہے اور آخرت میں میرا توشہ اور بدرقہ بنے۔

خواجہ شفیق رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے تو نے بہت اچھا کیا ہے۔

چوتھا یہ کہ جب میں نے خلقت کے حالات کو غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے آدمی کا عز و شرف اور اس کی بزرگی کثرت اقوام کو سمجھ رکھا ہے اور اس پر وہ فخر کرتے ہیں۔ بعض نے سمجھ رکھا ہے کہ مال و اولاد پر عزت کا انحصار ہے اور اس کا مایۂ فخر خیال کرتے ہیں۔ بعد ازاں میں نے اس آیتِ کریمہ پر خیال کیا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑھ کر وہی معزز سمجھا جائے گا' جو سب سے زیادہ متقی ہوگا''۔ تو معلوم ہوا کہ بس یہی ٹھیک اور حق ہے اور جو کچھ لوگوں نے خیال کر رکھا ہے وہ سراسر غلط ہے۔ سو میں نے تقویٰ اختیار کیا۔ تا کہ میں بھی بارگاہِ الٰہی کا مکرم بن جاؤں۔

خواجہ شفیق علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ تو نے بہت اچھا کیا۔

پانچواں یہ کہ میں نے جب لوگوں کے حالات کو غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کو محض حسد کی وجہ سے بڑائی سے یاد کرتے ہیں اور حسد بھی مال مرتبے اور علم کا کرتے ہیں۔ پھر میں نے اس آیت پر غور کیا۔ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (پ۲۵ ع۹) ''ہم نے ان میں دنیاوی زندگی کے لیے روزی وغیرہ تقسیم کی''۔ تو جب ازل میں ان کے حصے یہ چیز آ چکی ہے اور کسی کا اس میں اختیار نہیں۔ تو پھر حسد بے فائدہ ہے۔ تب سے میں نے حسد کرنا چھوڑ دیا ہے اور ہر ایک سے صلح اختیار کی۔

خواجہ شفیق الرحمتہ نے فرمایا۔ تو نے بہت اچھا کیا۔

چھٹا یہ کہ جب دنیا کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بعض آپس میں دشمنی رکھتے ہیں اور کسی خاص کام کے لیے ایک دوسرے سے لاگ بازی کرتے ہیں۔ پھر میں نے اس آیت کو غور سے دیکھا۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (پ۸ع۹) ''شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے''۔ تو مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بالکل سچا ہے۔ واقعی ہمارا دشمن شیطان ہے۔ شیطان کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ تب سے میں صرف شیطان کو اپنا دشمن جانتا ہوں۔ نہ اس کی پیروی کرتا ہوں نہ فرمانبرداری۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاتا ہوں۔ اس کی بزرگی کرتا ہوں اور ٹھیک بھی یہی ہے۔ چنانچہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ٥ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (پ۲۳ع۳)

''اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا۔ کہ تم شیطان کی پیروی و پرستش نہ کرنا۔ کیونکہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ اگر تم میری پرستش کرو۔ تو یہ سیدھی راہ ہے''۔

خواجہ شفیق علیہ الرحمۃ نے فرمایا: تم نے بہت خوب کیا۔

ساتواں یہ کہ جب میں نے خلقت کو غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ ہر شخص اپنی روزی و معاش کے لیے سر توڑ کوشش کرتا ہے اور اسی وجہ سے حرام و شبہ میں پڑتا ہے اور اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے۔ پھر میں نے اس آیت کو غور سے دیکھا۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ط (پ۱۲ع۱) روئے زمین پر کوئی ایسا حیوان نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے نہ ہو''۔ تو سمجھ گیا کہ اس کا فرمان حق ہے۔ میں بھی ایک حیوان ہوں، تب سے میں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مشغول ہو گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میری روزی وہ بالضرور پہنچائے گا۔ کیونکہ وہ خود اس بات کا ضامن ہے۔

خواجہ شفیق علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ تو نے بہت اچھا کیا۔ اب آٹھواں فائدہ بیان

کر۔عرض کیا۔

آٹھواں یہ ہے کہ جب میں نے خلقِ خدا کو غور سے دیکھا۔تو معلوم ہوا کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی چیز پر بھروسہ ہے۔بعض کو سونے چاندی پر' بعض کو ملک و مال پر۔ پھر میں نے اس آیت کو غور سے دیکھا۔ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُه' (پ۸ع۱۷) جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہوتا ہے'' تب سے میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا۔وہ مجھے کافی ہے اور میرا عمدہ وکیل ہے۔

خواجہ شفیق علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔حاتم! اللہ تعالیٰ تمہیں ان باتوں پر عمل کی توفیق دے۔ میں نے توریت-انجیل-زبور فرقان کا غور سے مطالعہ کیا۔تو ان چاروں کتابوں سے یہی آٹھ باتیں حاصل ہوئیں۔ جو ان پر عمل کرتا ہے گویا ان چاروں کتابوں پر عمل کرتا ہے۔

اس حکایت سے تجھے معلوم ہو گیا۔ کہ زیادہ علم کی ضرورت نہیں۔عمل کی ضرورت ہے۔والسلام۔

اِسرارِ ششم

مکتوب (۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

مخزنِ اسرار یزدانی۔معدنِ فیوضات سبحانی۔میرے بھائی خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ دہلوی۔اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

ایک روز میرے شیخ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے نفی و اثبات کے کلمے کی بابت کیا ہی اچھا فرمایا۔ کہ نفی اپنے آپ کو نہ دیکھنا ہے اور اثبات اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو دیکھنا ہے۔کیونکہ خود بین خدا بین نہیں ہو سکتا۔پس نفی کرنے والا ہونا چاہیے۔ ورنہ نفی کا کچھ فائدہ نہیں۔ اگر یہ خیال کریں کہ ہستی صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے۔تو مطلب

حاصل ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ کلمہ شہادت، نماز، روزہ، وغیرہ کی صورت بھی ہے اور حقیقت بھی ان کے حقائق کو چھوڑ کر صرف ظاہری صورتوں پر قناعت کر لینا فضول ہے۔ وہ شخص بڑا ہی احمق ہے۔ جو ان کے حقائق تک نہیں پہنچتا۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ سالک ابتداء میں نابینا ہوتا ہے۔ جب حق تعالیٰ کی طرف سے اسے بینائی حاصل ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس سے دیکھتا اور سنتا ہے۔ اپنے آپ کو فراموش کر دیتا ہے۔ جب ایسی حالت ہو جائے۔ تو واصل اور ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جاتا ہے۔ زیادہ والسلام۔

اِسرارِ ہفتم

مکتوب (۷)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''عارف معارف، حق آگاہ، عاشق اللہ، میرے بھائی خواجہ قطب الدین اوشی اللہ تعالیٰ آپ کے فقر کو زیادہ کرے۔ دعا گو کی طرف سے انس آمیز سلام کے بعد مکشوف رائے معرفت پیرائے ہو''۔

عزیز من! اپنے مریدوں کو ضرور بتا دینا کہ فقیر و مرشد کامل سے کیا مراد ہے اور اس کی علامت کیا ہے اور یہ کیونکر پہچانا جاتا ہے۔

مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے: اَلْفَقْرُ مَا لَا یَحْتَاجُ اِلٰی کُلِّ شَیْءٍ ''فقیر اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو تمام ضروریات سے فارغ ہو اور اس کے باقی رہنے والے چہرہ کے اور کسی چیز کا طالب نہ ہو۔ چونکہ تمام موجودات اس کے باقی رہنے والے چہرے کا آئینہ اور مظہر ہے۔ اس واسطے وہ ان سے اپنا مقصود دیکھتا ہے۔

بعض لوگوں نے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے۔ کہ کامل فقیر اسے کہتے ہیں۔ کہ جس کے دِل سے سوائے حق کے سب کچھ دور ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی اس کا مقصود یا مطلوب نہ ہو۔ جب ماسوائے اللہ دِل سے دور ہو جاتا ہے۔ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ پس طالب کو ہمیشہ مطلوب و مقصود کے درپے رہنا چاہیے۔ اب یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ مطلوب و مقصود کیا ہے۔

سو واضح رہے کہ مقصود یہی درد و سوز ہے۔ خواہ حقیقی ہو خواہ مجازی۔ یہاں سوز مجازی سے ابتدائے شریعت کے احکام ہیں۔

والسلام

تمام شد

رباعی

من عمر تباہ کردم ببازی بازی — صد گونہ گناہ کردم ببازی بازی
ہم مُوئے سفید کرد آساں آساں — ہم نامِ سیاہ کردم ببازی بازی

امروز کہ روز عمر برحاست — مے باید کرد کار خودراست
فرد اچو اصل عناں بگیرد — عذر من و تو کجا پذیرد

منقبت حضرت خواجہ معین الدین سنجری علیہ الرحمتہ

قطب دورِ زماں معین الدین — شاہ اقلیم جاں معین الدین
حکم مولائے کل سے خواجہ ہوئے — خواجۂ خواجگاں معین الدین
بخشی مولا نے جب ولایت ہند — آئے ہندوستاں معین الدین
شب کو جا کرتے واں طوافِ حرم — صبح آ جاتے یاں معین الدین
توڑا سب کفرو کافری کا ہجوم — جب ہوئے حکمراں معین الدین
ہو کے مغلوب بول اٹھے کفار — الاماں الاماں معین الدین
جن بھی فرمان اُن کا مان گئے — تھے شہ انس و جاں معین الدین
کھوئے کیا کیا حقائق اسرار — محرم کن فکاں معین الدین
شانِ حق کے نشاں دیئے کیا کیا — لابیاں کا بیاں معین الدین
چشتیاں بہشت مسکن میں — رونق خانداں معین الدین
میرا منہ کیا جو ان کی مدح کروں — میں کہاں اور کہاں معین الدین

سب الم دور ہوں گے بیدلؔ کے
گر ہوئے مہرباں معین الدین